قسط نمبر 11

''او مائی گاڈ.....! یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟'' جیا بہت دیر بعد کچھ بولنے کے قابل ہو پائی تھی۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں، کیا کہوں۔'' جیا نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں لے کر تھام لیا تھا۔

''تم..... کھانے پینے کی چیزوں سے لے کر اپنے کپڑوں تک کی سلیکشن اپنی ماں اور بہنوں کی مرضی سے کرتی رہی ہو، اب اتنا بڑا قدم تم نے کیوں اور کیسے اٹھا لیا؟'' جیا کے انداز میں صدمہ، غصہ، حیرت اور شکوہ سب کچھ ہی تو تھا۔

''آپ میرا یقین کریں کہ میں اس وقت بہت مجبور ہو گئی تھی۔''

''مجبور..... آخر ایسی بھی کیا مجبوری تھی تمہیں؟ پلیز یہ جھوٹے بہانے بنانا بند کرو اور مجھے صحیح طرح سے بتاؤ کہ آخر کون ہے وہ جس سے تم نے نکاح کیا ہے؟ اس لڑکے کا تعلق کس خاندان سے ہے اور اس کا فیملی بیک گراؤنڈ کیا ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے ایسے فیصلے نہ تو یوں اچانک ہوتے ہیں کسی مجبوری میں، یقیناً تمہارا رابطہ اور بات چیت ہوتی رہی ہو گی اور یہ رابطہ وقت کے ساتھ ساتھ تعلق میں بدلا ہو گا تب ہی نکاح کی نوبت آئی۔ نکاح او مائی گاڈ۔'' جیا کی تو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس موقع پر کیا ردعمل دے۔

''جانتی ہیں جیا کہ میں نے یہ نکاح کس کے کہنے میں آ کر کیا تھا؟'' وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

''آف کورس اسی لڑکے کے کہنے میں آ کر..... بہت غلط کیا تم نے حیا، بہت ہی غلط۔'' جیا کے انداز میں بہن کے لیے ناراضی اور شکوہ بھی تھا۔

''نہیں جیا، مجھے غلط مت سمجھیں، میں مر کر بھی یہ قدم صرف اس لڑکے کے کہنے پر نہیں اٹھا سکتی تھی..... میں نے تو ابا کی حالت دیکھ کر یہ فیصلہ کیا تھا، سلیم احمد کو زندگی کے کچھ اور پل مل جائیں شاید

میرے اس فیصلے سے، یہی سوچ میرے اس فیصلے کا محرک بنی تھی۔'' حیا کی اگلی بات جیا کے لیے پہلی بار سے بھی زیادہ حیران کن تھی۔

''سلیم احمد..... ابا کون، سلیم احمد..... ہمارے فادر؟'' جیا کے انداز میں حیرت تھی۔ حیا نے مرے مرے انداز میں سر ہلایا۔

''سلیم احمد تمہیں کہاں ملے حیا؟ اللہ کے واسطے مجھے پوری بات بتاؤ ورنہ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔'' جیا کی تو حالت دیکھنے کے لائق ہو رہی تھی۔

''جی ہمارے والد، سلیم احمد سے میری ملاقات.....'' حیا جیسے جیسے بتا رہی تھی حیا کے تاثرات تبدیل ہو رہے تھے، کبھی وہ حیرت سے حیا کو دیکھتی تو کبھی صدمے سے۔

☆.....☆.....☆

''سکندر صاحب ٹھیک ہیں؟'' وہ دونوں ہی اس وقت ڈیوٹی روم میں پندرہ منٹ کے ٹی بریک پر تھے جب اچانک ہی ڈاکٹر حیدر نے دعا سے پوچھا تھا۔ ابھی وہ کون سکندر کہنا ہی چاہتی تھی کہ دماغ نے ایک کلک کیا کہ وہ سکندر نامی شخص کو اپنے منگیتر کے طور پر متعارف کرا چکی ہے۔

''بالکل ٹھیک..... فٹ فاٹ۔'' دعا نے کچھ زیادہ ہی مستعدی سے جواب دیا اور اپنے چائے کے کپ پر جھک گئی۔ کچھ پل میں دعا کو عجیب سا احساس ہوا۔ اس نے نظر اٹھا کر اپنے سامنے بیٹھے ڈاکٹر حیدر پر ایک نظر ڈالی ار چونک گئی۔

''کک..... کیا ہوا ڈاکٹر حیدر، آپ ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں؟'' اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

''دیکھ ہی نہیں رہا ڈاکٹر دعا، سوچ بھی رہا ہوں کہ کسی کو پسند کرنا اور عزت سے اسے پرپوز کرنے کی خواہش کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ آپ اگلے بندے کو اس کی نظر میں ہی گرا دیں۔'' ڈاکٹر حیدر نے کچھ اس انداز میں کہا کہ دعا پریشان اور کنفیوز ہوئی۔

''میں سمجھ نہیں ڈاکٹر حیدر، آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟''

''پتا ہے دعا جس دن سے مجھے پتا چلا ہے کہ آپ کی فیملی میں شادی کرنے کا رواج ہی نہیں ہے

اور پتا نہیں کیوں آپ کی والدہ بیٹیوں کے رشتے کے متعلق کوئی بات سننا بھی نہیں چاہتیں، سن بھی لیں تو ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے ایسا کوئی ایشو تھا تو آپ بتا دیتیں، اللہ کی قسم، میں پلٹ کر آپ کی طرف دیکھتا بھی نہیں، آپ نے کیا کیا میرے ساتھ؟'' وہ تاسف سے بولا۔

''میں نے جیسے ہی پروپوزل بھیجنے کی بات کی آپ نے ایک فرضی منگیتر بنا کر پیش کر دیا۔ ہم سب کے سامنے صرف مجھ سے بچنے کے لیے، میرے سچے جذبات کا مذاق اڑانے کے لیے، میں ایک ایسے شخص سے کبھی حسد کرنے لگتا تھا تو کبھی رشک آتا تھا مجھے اس خوش نصیب پر جس کی زندگی میں آپ شامل ہو گئی تھی اور کبھی کبھار تو میں نے ایسی دعائیں بھی کیں کہ آپ دونوں کبھی بھی نہ مل سکیں، مطلب کہ اتنے دن میں ایک ایسے انسان کی وجہ سے ذہنی اذیت کا شکار رہا ہوں جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ بہت برا کیا دعا آپ نے، بہت برا۔ میں اس کے لیے آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' وہ گہرے دکھ کے احساس میں گھر کر بولا۔

''آپ کے ایک جھوٹ نے میرے سچے جذبات کا خون کر دیا۔ آپ ڈاکٹر دعا، ایک بار صرف ایک بار تو اپنی مجبوری بتاتیں، میں سمجھ جاتا آپ کی مجبوری، آپ کو جھوٹ نہ بولنا پڑتا، سوچیں آج میں یہ سوال لے کر آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ کل پورا اسٹاف پوچھے گا جب کسی نہ کسی ذریعے سے ان سب کو سکندر کی فرضی شخصیت کا پتا چلے گا، بتائیے کیا بتائیں گی سب کو تب؟''

''آئی ایم سوری ڈاکٹر حیدر، آپ کو تکلیف ہوئی۔ اس کے لیے معذرت۔ یقین کریں میرا مقصد کسی کا بھی دل دکھانا ہرگز نہیں تھا۔ ہماری فیملی کا ایک پرسنل ایشو ہے جس کی وجہ سے ہم بہنوں کی شادی ممکن نہیں ہے۔ ہر ایک فرد کو تفصیل بتانے سے بہتر مجھے یہی لگا کہ میں ایسا کہہ دوں۔ میرے ذہن میں دور دور تک بھی نہیں تھا کہ میرے اس بے ضرر سے جھوٹ سے کسی کو تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ ایک بار پھر معذرت اور پلیز میری طرف سے اپنا دل صاف کر لیجیے گا کیونکہ یہ اقدام محض میں نے اپنی ذات کے لیے اٹھایا تھا۔ میرا مطلب آپ کو یا کسی کو تکلیف دینا ہرگز نہیں تھا۔'' وہ اپنا اسٹتھیو اسکوپ اور پرس اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ ڈاکٹر حیدر کے چہرے پر ایک دم بوکھلاہٹ آئی۔

''سنیں ڈاکٹر دعا۔'' اس نے جاتی ہوئی دعا کو روکا، وہ رک کر مڑی تھی۔

''میں نہیں جانتا کہ آپ کا کیا پرسنل ایشو ہے لیکن مجھے جب یہ محسوس ہوا کہ آپ نے ایسا صرف مجھ سے بچنے کے لیے کیا ہے، پتا نہیں کیوں مجھے عجیب سی بے عزتی محسوس ہوئی اس لیے میں نے اپنا سارا غصہ آپ پر اتار دیا..... سوری شاید میں کچھ زیادہ ہی اوور ری ایکٹ کر گیا۔'' وہ شرمندہ لہجے میں بولا۔

''اصل میں جو لوگ آپ کے دل کے قریب ہوں ان کی معمولی سی بے رخی بھی آپ پر قیامت بن کر ٹوٹتی ہے اور یہاں تو پورا ایک جھوٹ تھا جو آپ کی ذات سے جڑا ہوا تھا، میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا۔'' وہ افسردگی سے بولا۔

''اٹس او کے ڈاکٹر حیدر، میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں اگر میری وجہ سے آپ کا دل دکھا لیکن یقین کریں وہ ایک بے ضرر جھوٹ چند مصلحتوں کی بناء پر مجھے بولنا پڑا تھا اس کے علاوہ اس کا مقصد کسی کو ہرٹ کرنا ہرگز نہیں تھا، چلتی ہوں ڈیوٹی ٹائم ہو چکا ہے۔'' زندگی میں پہلی بار دعا نے ڈاکٹر حیدر سے نرمی سے بات کی تھی، ڈاکٹر حیدر نے پھیکا سا مسکرا کر سر ہلا دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''کیا بات ہے جیا، کیوں اتنی راز داری برتی جا رہی ہے اور ایسا کیا بتانا ہے تمہیں کہ ہم سب کو ایسے وقت میں بلایا ہے جب اماں سو جائیں، کیا اماں کی طبیعت کے بارے میں کوئی بات ہے؟'' شفا کو پریشانی لاحق ہو رہی تھی۔ دعا آج چپ چپ سی تھی، اسے ڈاکٹر حیدر سے ابھی تک شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ نجانے وہ کیا سوچ رہا ہوگا اس کے بارے میں، یہی سوچ بار بار اس کے ذہن میں ایک انجانی سی ہلچل مچا رہی تھی۔ دوسری طرف شفا تھی جس کا ذہن عجیب سی ادھیڑ پن میں تھا جو کچھ اسے عمر نے آج بتایا تھا۔ اس کے بعد سے ذہن کچھ ایسا ماؤف ہو گیا تھا کہ وہ کچھ سوچ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی۔ وہ گھر آتے ہی فوراً حیا سے ملنا اور اس سے بات کرنا چاہتی تھی مگر گھر میں حیا کی روئی روئی آنکھیں اور ستا ہوا چہرہ دیکھ کر اسے اندازہ ہوا کہ وہ اس سے بھی زیادہ ذہنی کشمکش کا شکار ہے تاہم اس کا حیا کو بغور دیکھنا حیا کو گڑبڑا گیا۔ وہ نجانے کیوں صفا سے نظریں چرا رہی تھی۔ شام تک کا سارا وقت عجیب سی کیفیت میں

گزرا صفا کا۔ کبھی وہ سوچتی کہ دعا کو یہ سب بتا دے، کبھی سوچتی کہ سب کو بٹھا کر اس معاملے کا حل نکالنے کا کہے او کبھی اس کا دل کرتا کہ حیا سے تو پوچھے کہ وہ اس واقعہ کو کس تناظر میں لیتی ہے اور کیسے بیان کرتی ہے؟ اسی کشمکش میں وہ یہ نہ محسوس کر پائی تھی کہ اس رات نہ تو حیا نے ٹھیک طرح سے کھانا کھایا تھا نہ ہی جیا نے اور آج صفا صرف اور صرف اسی بات کو اچھی طرح سے سوچنا چاہتی تھی اس لیے اسے جیا کا ایک ساتھ بیٹھنے والا پروگرام کچھ خاص پسند نہ آیا تھا مگر یہ سوچ کر چپ رہی کہ ہو سکتا ہے جیا کو واقعی کوئی ضروری بات ڈسکس کرنی ہو۔

''بتاؤ بھئی جیا کیا بات ہے اور یہ حیا کہاں رہ گئی؟'' شفا نے چائے کا پہلا سپ لے کر خاموش بیٹھی جیا سے پوچھی۔

''حیا کو میں نے خود بھیجا ہے، جب بات ہو جائے گی تو اسے بھی بلا لیں گے۔ تم چائے پی لو اطمینان سے پھر بات کرتے ہیں۔'' زندگی میں پہلی بار جیا اتنی سنجیدہ نظر آ رہی تھی ورنہ گھر میں وہی سب سے زیادہ ہنسنے ہنسانے والی لڑکی ہوتی تھی اور سنجیدہ سے سنجیدہ بات میں بھی مزاح کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ڈھونڈ لیا کرتی تھی۔

''کیا بات ہے جیا تم بہت زیادہ پریشان لگ رہی ہو؟'' دعا نے جیا کو سنجیدہ دیکھ کر پوچھا۔

''بات ہی کچھ ایسی ہے اسی لیے تم سب کو بلایا ہے۔'' اس بار جیا کی سنجیدہ لہجے میں کہی ہوئی بات پر وہ سب چونکیں۔

''جیا..... بتا دو کیا بات ہے اب تو مجھے اچھی خاصی پریشانی ہونے لگی ہے۔'' دعا کا دل ویسے ہی پریشان تھا۔ وہ خاصے پریشان لہجے میں بولی۔

''حیا کا نکاح ہو چکا ہے۔'' جیا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''کون حیا؟'' جیا کے بتانے پر دعا نے الجھے ہوئے لہجے میں جیا سے پوچھا کہ ذہن میں کہیں دور دور تک بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ اپنی بہن حیا کے بارے میں بتا رہی تھی جبکہ صفا کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا تھا۔ اسے پتا چل گیا تھا کہ ہو نہ ہو یہ حیا کے نکاح کی ہی خبر تھی اور جیسے ہی اس تک یہ خبر عمر نے

پہنچائی تھی ویسے ہی ضرور جیا تک بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی۔

''اور کسی حیا کا نہیں پتا میں اس حیا کی بات کر رہی ہوں جو ہماری بہن ہے۔'' جیا کے اس طرح کہنے پر سب کے چہروں پر زلزلے کے آثار نمودار ہوئے تھے۔

''آر یو میڈ جیا..... کیا اول فول بک رہی ہو، حیا ہماری بہن کا نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ اینڈ آئم سوری ٹو سے دیٹ اگر یہ سب مذاق ہے تو نہایت بھانڈا اور بکواس مذاق ہے اور مجھے تو حیرت ہو رہی ہے کہ تمہارے اتنے اچھے اور نائس سینس آف ہیومر کو کیا ہوا؟ اگر تمہیں لگ رہا ہے کہ ہم سب اس جوک کو انجوائے کریں گے تو تم غلط سوچ رہی ہو۔'' شفا تو پھٹ ہی پڑی تھی اور جیا کو اچھا خاصا لتاڑ بھی دیا تھا۔ صفا کے علاوہ کم و بیش دعا کے بھی شفا جیسے ہی تاثرات تھے بس فرق صرف اتنا تھا کہ شفا نے اپنے خیالات کو لفظوں میں بیان کر دیا تھا اور دعا تو غم و غصے کی کیفیت میں بول ہی نہ پائی تھی۔

''میں تمہاری حالت سمجھ سکتی ہوں شفا لیکن میں سچ کہہ رہی ہوں کہ حالات جو بھی رہے ہوں یا اسباب جیسے بھی ہوں اس وقت ہمارے سامنے جو تلخ حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ حیا کا نکاح پچھلے دنوں جمیل انکل اور ہاجرہ آنٹی کے بیٹے مومن سے ہو چکا ہے۔'' جیا نے طویل سانس لیتے ہوئے بتایا۔

''جمیل انکل.....'' دعا نے اپنی سوچ کے گھوڑے دوڑائے۔

''تو کوچنگ جا کر محترمہ یہ چاند چڑھا کر آئی ہیں کہ نکاح تک نوبت آ گئی..... او مائی گاڈ اب کیا ہوگا؟'' دعا نے خود ہی مختصر لفظوں میں کہانی بنائی اور آخر میں سر تھام لیا۔

''نہیں..... نہیں دعا، حیا ہماری بہن ہے، وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتی، یہ غلط ہوگا، کسی نے دشمنی یا سازش میں یہ افواہ پھیلائی ہوگی۔'' شفا نے نفی میں سر ہلا کر بے یقین لہجے میں کہا۔

''جیا، تمہیں کس نے بتایا، تمہاری کسی کسٹمر نے ناں، تم نے اسی وقت اس کا منہ کیوں نہیں توڑ دیا؟'' شفا غصے سے بولی۔

''تم اپنے غصے پر قابو پاؤ گی تو میں ٹھیک طرح سے تمہیں سب کچھ بتاؤں گی کہ اصل بات کیا ہے۔'' اس وقت جیا ہی تھی جو بے حد تحمل کا مظاہرہ کر رہی تھی اور صفا بالکل چپ تھی جبکہ دعا اور شفا غم و

غصے کی کیفیت سے گزر رہی تھیں۔

''مجھے یہ سب کچھ حیا نے خود بتایا ہے اور یہ ان دنوں کی بات ہے جب حیا بے حد بیمار ہو گئی تھی۔'' جیا نے آہستہ سے بتایا۔

''حیا ہم سب کی نسبت امیچور بھی ہے اور نادان بھی، مومن سے متاثر ہو جانا شاید اس کی عمر کا تقاضا ہے مگر نکاح جن حالات میں ہوا وہ سننا آپ سب کے لیے پہلے سے بھی زیادہ شاکنگ ہوگا شاید۔''

''اس سے بڑھ کر بھی کچھ شاکنگ ہو سکتا ہے جیا؟'' جیا کی بات پر دعا رنجیدگی سے بولی۔

''سلیم احمد.....'' جیا کہتے ہوئے چپ ہوئی۔

''ہمارے والد مومن کے رشتے کے کزن ماموں ہوتے ہیں، کافی دن سے ہاجرہ آنٹی کے ہاں رہائش پذیر ہیں، حیا سے ان کی اتفاقی ملاقات مومن کی سسٹر حرا آپی کے گھر ہو گئی تھی۔ حرا آپی کا گھر کوچنگ سے ملحق ہے مگر بعد میں بھی حیا ان سے ملتی رہی۔'' جیا نے ''ان'' پر زور دیا۔ وہ سب یہ بات حیرانی سے سن رہی تھیں جبکہ صفا نے نجانے کیوں نظریں چرالی تھیں جیا کی اس بات پر۔

''سنا ہے کہ سلیم احمد خاصے بیمار ہیں، لنگز سکسٹی پرسنٹ ڈیمیج ہو جانے کے بعد ان کی صحت بہت خراب ہے اور بیماری کی اسی شدید کیفیت میں انہوں نے حیا سے اس نکاح کا تقاضا کیا شاید مومن اس سے پہلے اپنے ماں باپ سے حیا کے حوالے سے نہ صرف پسندیدگی کا اظہار کر چکا تھا بلکہ کسی اور سے شادی سے انکاری بھی تھا۔ ہاجرہ آنٹی اور جمیل انکل نے ہی باپ ہونے کی حیثیت سے حیا کا رشتہ سلیم احمد سے مانگا تھا اور سلیم احمد کی خراب طبیعت کو دیکھ کر اس وقت حیا بھی مان گئی تھی۔''

''سلیم احمد نے اور کون سی ذمہ داریاں نبھائیں جیا جو جمیل انکل رشتہ لے کر ان کے پاس چلے گئے۔'' شفا نے طنز سے کہا۔

''مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ تم یہ سب کیا کہہ رہی ہو اور کیوں کہہ رہی ہو؟'' دعا روہانسی ہو کر بولی کہ پے در پے کھلنے والے حقائق اتنے غیر یقینی، اچانک اور عجیب تھے کہ ان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس قسم کا ردعمل دیں۔

''صفا، تم کیوں چپ بیٹھی ہو؟ تم بھی تو کچھ بولو میری تو عقل ماؤف ہوگئی ہے۔'' دعا نے صفا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''میں کیا کہہ سکتی ہوں دعا؟ تم سب کی طرح مجھ پر بھی یہ خبر بجلی بن کر گری ہے اور میرا تو خیال ہے کہ حیا کو بلا کر اس کی بھی بات سن لینی چاہیے کہ وہ اس بارے میں کیا کہتی ہے اور سب سے بڑھ کر مجھے اماں کی فکر ہو رہی ہے کہ وہ اس خبر کو کیسے سنے گی۔''

''او گاڈ یہ کیسے ہوگیا؟ میں نے زندگی کی آخری سوچ کے بارے میں بھی یہ کبھی نہیں سوچا تھا۔'' دعا نے باقاعدہ سر کو ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

''اب وہ بات بھی سن لو جس کو سوچ کر میں سب سے زیادہ پریشان ہوں۔'' جیا نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

''مطلب..... اس کے علاوہ بھی کچھ اور بھی ہے؟'' اس بار شفا کی آواز اور لہجے میں تجسس نمایاں تھا۔

''ہاجرہ آنٹی کی ضد ہے کہ وہ اب حیا کو رخصت کرنا چاہتی ہیں اور وہ اماں کے پاس نکاح نامہ لے کر کسی بھی وقت آجائیں گی۔ سلیم احمد مطلب ہمارے والد نے ان سے کچھ ٹائم لیا ہے تو وہ بمشکل ایک ماہ کے لیے چپ ہوگئی ہیں۔'' جیا نے آرام آرام سے کہہ کر بات مکمل کی۔

''تو تمہارے خیال میں اماں کی صحت اس بات کی متحمل ہوسکتی ہے کہ ہم ایک کے بعد ایک آتش فشاں ان کے اعصاب پر پھوڑ دیں۔ سلیم احمد کا ان کی زندگی میں دوبارہ آنا اور اس طرح سے آنا کہ ان کی قیمتی متاع کو ایک بار پھر ان سے جدا کرنے کا پلان کرنا جیسا کہ ان کی عادت تھی اور وہ ہمیشہ کرتے آئے تھے کیا اماں یہ سب برداشت کر پائیں گی؟'' دعا نے جذباتی ہو کر کہا۔

''ہوسکتا ہے.....'' صفا نے بات شروع کر کے پھر ادھوری چھوڑ دی۔

''کہ اب ابا..... میرا مطلب ہے سلیم احمد کچھ بدل گئے ہوں۔ ان کا مقصد وہ نہ ہو جو ہم سمجھ رہے ہیں۔'' صفا نے بات مکمل کر کے چور نظروں سے بہنوں کی طرف دیکھا۔

''فطرت کبھی نہیں بدلتی صفا۔'' شفا کے لہجے میں باپ کے لیے بے زاری تھی۔

''ہاں نہیں بدلتی..... مگر ابا فطری طور پر برے نہیں تھے شفا وہ تو قسمت سے ان کو کچھ برے لوگ ٹکرا گئے جو ان کا پیسہ دیکھ کر ان کے پاس آ گئے تھے اور انہوں نے ابا کو بری عادتوں میں مبتلا کر دیا تھا ورنہ کوئی بھی باپ اپنی اولاد کا برا نہیں چاہتا۔'' صفا نرمی سے بولی۔

''اور جو انہوں نے دیا کے ساتھ کیا وہ..... اسے بھی تم باپ کی شفقت کا نام دو گی صفا؟'' دعا تیز لہجے میں بولی۔

''ہم آپس میں کیوں بحث کر رہے ہیں؟'' جیا نے بے زاری سے کہا۔

''مسئلہ اس وقت یہ نہیں ہے کہ سلیم احمد نے کیا کیا اور کیا نہیں اور کس نیت سے کیا؟ مسئلہ اس وقت یہ ہے کہ اس مسئلے کو کیسے سلجھایا جائے؟'' جیا نے بہنوں کی توجہ اس اہم مسئلے کی طرف مبذول کرائی جس کے لیے وہ سب یہاں جمع ہوئی تھیں۔

''اماں کو تو بتانا ہی ہوگا اور ہم میں سے ہی کوئی بتائے تو بہتر ہے ورنہ تیسرے بندے کی زبان سے سننا اماں کے لیے زیادہ شاکنگ ہوگا۔'' صفا کا لہجہ خاصا فیصلہ کن ہو گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

حیا بے چینی و بے قراری سے کمرے میں ٹہل رہی تھی، جب بڑی بیگم اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

''کیا بات ہے حیا، ایسے کیوں پریشان ٹہل رہی ہو، طبیعت تو ٹھیک ہے ناں اور یہ باقی سب کہاں ہیں کافی دیر سے نظر نہیں آئیں؟''

''وہ..... اماں..... وہ.....'' حیا تو ان کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی کجا کہ ان کی بات کا جواب دینا جبکہ اسے معلوم بھی تھا کہ اس کی بہنیں اندر ہیں اور کیوں ہیں۔

''کیا بات ہے؟ بہنوں نے ڈانٹا ہوگا ضرور'' بتاؤ کس نے ڈانٹا ہے، میں ذرا خبر لوں ان کی۔ خود سقراط اور بقراط بن گئی ہیں اور اب میری بچی کے پیچھے پڑی ہیں۔ بھئی ایک بار کہہ دیا کہ اس کی

تیاری نہیں ہے اور اس نے پیپر نہیں دینے تو نہیں دینے لیکن انہوں نے ڈنڈے کے زور سے ضرور دلوانے ہیں پیپر۔" وہ بولتی ہوئیں بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"ہائے میری پیاری اماں اگر جو ابھی آپ کو پتا چل جائے کہ میں نے آپ کا برہم کس بری طرح سے توڑا ہے تو آپ تو میری طرف دیکھنا بھی پسند نہ کریں۔" حیا نے خالی خالی نظروں سے بڑی بیگم کو دیکھا۔

"ادھر آ میری بچی میرے پاس۔" انہوں نے ہمیشہ کی طرح اس کو پیار سے بلایا، حیا نے کچھ پل ان کو دیکھا اور پھر ان کے قریب آ گئی۔ بڑی بیگم نے پیار سے اس کا چہرہ تھاما اور غور سے اس کی جانب دیکھ کر رازداری سے بولیں۔

"دعا ہے یا شفا سچ بتاؤ پھر دیکھو میں ان کی کیسے طبیعت صاف کرتی ہوں۔" ان کی بات میں نے نجانے ایسا کیا تھا کہ حیا ان کی گود میں منہ چھپا کر بری طرح سے رو دی۔

"بس میری بچی بس، ابھی دیکھو تمہارے سامنے بلاتی ہوں اور پوچھتی ہوں ان سے کہ ایسا بھی کیا جرم کر دیا میری بچی نے کہ ڈرا دھمکا کر بچی کی یہ حالت کر دی۔" جیسے جیسے وہ حیا کو بہلا رہی تھیں وہ اور زور سے رو رہی تھی۔

"شفا، دعا، ارے بھئی صفا کہاں ہو ساری..... یہاں آؤ سب کی سب۔" حیا کا رونا دیکھ کر بڑی بیگم گھبرا گئی تھیں اور بیٹیوں کو زور زور سے آوازیں دینے لگیں، لمحوں میں ہی ساری گھبرائی ہوئی اس کمرے میں موجود تھیں اور حیا کو بڑی بیگم کی گود میں روتے دیکھ کر سب نے اس رونے کو ایک ہی واقعہ کے تناظر میں لے لیا تھا۔

"کک..... کیا ہوا..... اماں..... خیریت تو ہے ناں؟" حیا نے ہمت کی بڑی بیگم سے سوال پوچھنے کی۔

"نہیں ہے خیریت۔" انہوں نے تڑخ کر جواب دیا۔

"غضب اللہ کا..... یہ حال کر دیا میری بچی کا کہ خوف سے پہلے وہ بیمار ہو گئی اور اب کئی دنوں

سے اس کا کھانا پینا، ہنسنا اور بولنا سب ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ میرے گھر کی رونق، میری مینا کو تم لوگوں نے اس حال تک پہنچا دیا اور اب بھی پوچھ رہی ہو کہ خیریت؟'' بڑی بیگم نے شدید طیش کے عالم میں کہا۔

''ہم نے کیا، کیا ہے اماں؟'' دعا حیرانی سے پوچھا۔

''تم لوگوں کی وجہ سے تو اس کی یہ حالت ہو گئی ہے۔'' وہ گود میں منہ چھپائے حیا کی طرف دیکھ کر دعا سے مخاطب ہوئیں۔

''اب نہیں لگتا اس کا پڑھائی میں تو کیا جان سے مار ڈالوں اسے؟'' وہ تیز لہجے میں بولیں تب جا کر ان سب نے طویل سانس لی کہ بات وہ نہیں ہے جو وہ سمجھ کر بھاگی چلی آئی تھیں۔

''ہر بچہ ہر چیز میں اچھا نہیں ہوتا نہ ہی ہر بات میں اس کا دماغ چلتا ہے تم لوگ پڑھائی میں اچھی تھیں، ٹھیک ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو بھی ڈنڈے کے زور سے تم اپنے جیسا بنانے کی کوشش کرو..... ایک بہن صبح دھمکی دے کر جاتی ہے کہ پڑھائی نہ کی تو یہ کر دوں گی، وہ کر دوں گی۔ دوسری آتی ہے شام کو کلاس لگا لیتی ہے میری بچی کی کہ ٹیسٹ اچھا نہیں تھا، پروگریس بری ہے۔ لو بھلا بتاؤ جب اس کا دل ہی نہیں لگتا پڑھائی میں تو پروگریس کیسے لائے وہ۔ میں نے اس لیے تم سب کو اکٹھے یہاں بلایا ہے کہ کان کھول کر سن لو تم لوگ حیا پڑھے نہ پڑھے اس کی مرضی ہے کوئی بھی تم میں سے اس پر نہ تو دباؤ ڈالے گا نہ ڈانٹے گا اور اب کی بار یہ پیپر بھی نہیں دے رہی کیونکہ اس کی تیاری نہیں ہے، اس کی طبیعت ٹھیک ہو جائے پھر دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے سمجھ رہی ہو تم سب میری بات؟'' ایک طویل ڈانٹ پر مشتمل ہدایت نامہ دینے کے بعد انہوں نے رعب سے ان سب سے پوچھا۔

''جی سن لی۔'' دعا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''لیکن.....'' وہ کچھ کہتے ہوئے رکی۔

''آپ نے اس سے یہ پوچھا کہ واقعی اس نے پڑھائی پر ہماری ڈانٹ کو دل پر لیا ہے یا کوئی اور بات ہے؟ یہ نہ ہو کہ ہم ایسا سمجھتے رہیں اور بات کوئی اور ہو۔'' کہتے ہوئے جہاں دعا کا لہجہ تھوڑا سخت ہوا تھا وہیں اماں کی گود میں منہ چھپائے پڑی حیا ساکت رہ گئی تھی، اسے لگا تھا نزع کا وقت قریب آ گیا ہے

کہ دل کی دھڑکن نے دھڑکنے سے انکار کر دیا تھا۔

''اور بات.....؟'' بڑی بیگم چونکیں۔

''اور کیا بات ہو سکتی ہے، تم کیا کہنا چاہ رہی ہو دعا؟'' بڑی بیگم کے لہجے میں کئی خدشات جاگ اٹھے تھے۔ وہ ساری ہی فق رہ گئی تھیں ان کے سوال پر۔

''یہی تو پوچھنا چاہ رہی ہو اماں کہ کوئی اور مسئلہ بھی تو ہو سکتا ہے حیا کے ساتھ، ہم سب میچور ہیں اس کی نسبت اور پریکٹیکل لائف میں قدم رکھ چکی ہیں، یہ ابھی نادان ہے، دنیا کو ابھی ٹھیک طرح سے نہ جان پائی ہے نہ ہی جانچ پائی ہے، کالج جاتی ہے اور کوچنگ بھی تو وہاں سو طرح کے مسائل کا سامنا ہو سکتا ہے اس کو، یہ میرا خیال ہے اسی ہی لیے پوچھ رہی ہوں کہ اگر کوئی اور بات ہے تو بھی یہ آپ کو یا ہمیں بتا سکتی ہے۔'' بات کے آخر میں دعا کا لہجہ اچھا خاصا نروٹھا پن پیدا ہو گیا تھا۔ بڑی بیگم نے کچھ لمحے دعا کو دیکھا پھر اپنی گود میں منہ چھپائے حیا کو پھر بڑے پیار سے حیا سے مخاطب ہوئیں۔

''حیا کیا بات ہے بچے؟ کوئی بات ہے تو مجھے بتاؤ بیٹا میں ہوں نا، سب کچھ ٹھیک کر دوں گی۔''

حیا کو ان کی بات پر بہت زور سے رونا آیا اس سے بولا ہی نہیں گیا، اس نے صرف نفی میں سر ہلا دیا۔

''اماں ایک بات پوچھوں؟'' صفا اماں کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ باقی سب نے بھی اس کے بیٹھتے ہی کہیں نہ کہیں جگہ سنبھالی اور دھڑکتے دلوں کے ساتھ صفا کو دیکھنے لگیں۔

''پوچھو بھئی تم لوگ ماں سے کب سے تکلف برتنے لگیں کہ کچھ کہنے یا پوچھنے کے لیے تم لوگوں کو اجازت لینی پڑ گئی۔'' بڑی بیگم کے لہجے میں ہمیشہ والی شفقت اور بے تکلفی تھی، وہ جو ہمیشہ بیٹیوں سے برتتی آئی تھیں ان کے جواب اور پیار پر صفا نے ایک ملامتی نظر حیا پر ڈالی جس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا مگر انداز میں ایک اضطراب نمایاں تھا۔

''اماں..... کچھ لوگ ہوتے ہیں ناں جن سے ہم زندگی میں سب سے زیادہ پیار کرتے ہیں جیسے.....'' صفا نے بات شروع کر کے کوئی تشبیہ ڈھونڈنے کے لیے تھوڑا سا وقفہ لیا۔

''جیسے ہم آپ سے.....'' اس نے بے ساختہ کہا۔

''اور ہماری نیت اور سوچ میں دور دور تک نہ ہو کہ ہم آپ کو اپنے کسی عمل سے دکھ پہنچائیں لیکن اگر نادانستگی میں ہم سے کچھ ایسا ہو جائے جو آپ کے وہم وگمان کی حد سے بھی دور ہو جس سے آپ کو اور آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچے بلکہ یہ کہا جائے کہ آپ کے جذبات مجروح ہوں تو آپ کا بی ہیو کیا ہوگا؟''

''یہ کیسی باتیں کر رہی ہو صفا آج؟'' بڑی بیگم کے لہجے میں حیرت سی در آئی۔

''ایسا کچھ ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نہ تو میری بیٹیاں ایسی ہیں اور نہ ہی میری تربیت کہ وہ کچھ ایسا کریں جو مجھے دکھ پہنچائے۔'' بڑی بیگم نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

''ارے میری بچیاں تو اس بات کو سوچتی تک نہیں جو ان کی ماں کی پسند نہ ہو تو عمل تو دور کی بات ہے۔'' اب کے ان کی آواز میں بیٹیوں کے لیے ایک فخر بھی تھا جس کو محسوس کر کے حیا تو عرق عرق ہو گئی تھی۔ صفا بھی اچھی خاصی شرمندہ ہوئی، حیا، شفا اور دعا کی بھی کم وبیش صفا والی ہی حالت تھی۔

''جی اماں ایسا ہی ہے لیکن میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ بہت دفعہ قدرت ہم سے ایسا کام کروا جاتی ہے جو ہمارے حصے میں ازل سے لکھ دیا گیا ہوتا ہے۔ ہم کرنا چاہیں یا نہ کرنا چاہیں فرض کریں ایسا کچھ ہم میں سے کسی ایک سے ہو جائے جس کو کرنے کا ہمارا قطعاً ارادہ نہ ہو لیکن کسی نہ کسی طرح ہم اس میں انوالو ہو جائیں وہ کام ہو جائے تو پھر.....؟''

''بھئی میں تو ایسی کوئی بات فرض بھی نہیں کرنا چاہتی جس کا ہونا ہی ناممکن ہو پھر بھی تم اگر اصرار کر رہی ہو میں بتا دوں کہ کسی بھی عمل کا ردعمل جو حقیقی ہوتا ہے بس وہی اصل ہوتا ہے قبل از وقت ہم نہ تو کسی قسم کے جذبات کی پیشین گوئی کر سکتے ہیں نا اندازہ لگا سکتے ہیں اب دیکھو ناں بچوں کو ہر ماں شرارت اور غلط کام کرنے سے روکتی ہے مگر وہی کام کرنے پر کوئی ماں بچے کو مارتی، پیٹتی ہے اور کچھ صرف ڈانٹ ڈپٹ کرتی ہیں اور کچھ پیار سے سمجھا دیتی ہیں اور یہ ردعمل بھی کام کی نوعیت اور ماؤں کے ظرف اور فطرت پر ہوتا ہے کہ وہ کیسا ردعمل دیتی ہیں۔''

''ہم..... بالکل ٹھیک کہا آپ نے اماں، آپ کیسا ردعمل دیتیں اگر ہم میں سے کوئی دل دکھانے والا عمل کرتا تو'' صفا کی سوئی وہیں پر اٹکی ہوئی تھی۔

''بھئی..... میں تم لوگوں سے بہت پیار کرتی ہوں سمجھو جان ہی اٹکی رہتی ہے تم لوگوں میں اور جس بھی رشتے میں پیار کی شدت ہو ردعمل بھی اتنا شدید ہوتا ہے۔'' بڑی بیگم کے جواب نے سب کے دل دھڑکا دیے۔

''مجھے تم لوگوں کی طرف سے ہمیشہ پیار، محبت، عزت اور اہمیت ملی..... اتنی کہ میں اپنے مالک کا شکر ادا کرتے نہیں تھکتی۔'' وہ شکر گزار لہجے میں بولیں۔

''لیکن کبھی کچھ میری توقع یا مزاج کے خلاف ہوا تو شاید میں برداشت نہیں کر پاؤں گی کیونکہ مجھ میں اب نہ تو ہمت ہے اور نہ ہی حوصلہ حالات یا جذبات کے خلاف جانے کا، پہلے تو مجھے یقین ہے کہ میری بچیاں ایسا کچھ نہیں کریں گی اور اگر ایسا کچھ ان کے ذہن میں ہے بھی تو اسے جھٹک دیں، ترک کر دیں کیونکہ میں ابھی تم لوگوں کے ساتھ، تم لوگوں کے لیے جینا چاہتی ہوں۔'' انہوں نے دو ٹوک لہجے میں اپنی بات مکمل کی جس کے بعد انہوں نے ماں سے اور تو بہت سی باتیں کیں بس وہی بات نہیں کر سکی جو وہ کرنے آئی تھیں۔

☆.....☆.....☆

''السلام علیکم ڈاکٹر حیدر۔''

''وعلیکم السلام..... کون؟'' اس کی سنجیدہ آواز میں ایک انجان سا تاثر تھا۔ دعا ایک لمحے کو چپ سی رہ گئی، نجانے کیوں جب سے ڈاکٹر حیدر سے اس کی بات ہوئی تھی وہ بے چین سی تھی یہ سوچ کر کہ اس کے بارے میں ڈاکٹر حیدر نے کیا کیا نہیں سوچا ہوگا، اس کا امیج اس کی نظر میں ایک جھوٹی لڑکی کا بن گیا ہوگا، یہ سوچ اسے عجیب طرح کے احساسات سے دوچار کر رہی تھی۔

''میں ڈاکٹر دعا۔'' کچھ لمحے کے توقف کے بعد اس نے کہا۔

''جی..... دعا کہیے کیسے یاد کیا؟'' وہ ڈاکٹر حیدر کے لہجے سے اخذ نہ کر سکی کہ وہ طنزاً بات کر رہا ہے یا سنجیدگی سے۔

''وہ..... ڈاکٹر..... حیدر.....'' اس نے اٹک اٹک کر بات کرنا شروع کی۔

''میں بہت شرمندہ ہوں جو کچھ بھی ہوا۔'' دعا نے آہستہ سے کہا۔ ڈاکٹر نے طویل سانس لی پھر ذرا توقف کے بعد بولا۔

''دعا..... میرا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا کہ آپ شرمندہ ہوں اور مجھ سے معذرت کریں۔ مجھے بس دکھ ہوا یہ سوچ کر کہ آپ مجھے کوئی سڑک چھاپ قسم کا سطحی سوچ رکھنے والا نوجوان سمجھیں جو بغیر سوچے سمجھے آپ سے پوچھے یا آپ کو بتائے بغیر آپ کا رشتہ لے کر آپ کے گھر آن دھمکتا اور اسی بات سے بچنے کے لیے آپ نے ایک جھوٹ گھڑ لیا اسی بات نے مجھے عجیب سے احساسات سے گزارا جس کے باعث میں نے سنجیدگی سے کہا تھا۔''

''چھوڑیں ڈاکٹر حیدر وہ باتیں جو ہمیں ناگوار گزری ہوں ان کو دہرانے سے ہم بار بار اسی تکلیف سے گزرتے ہیں بس یہ یاد رکھیے گا کہ میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا ہرگز نہیں تھا بالکل ایسے ہی میں نے جان لیا ہے کہ آپ نے جو کچھ بھی مجھے کہا وہ ایک ایکشن کا ری ایکشن تھا اور کچھ نہیں۔'' دعا نے رسان سے کہا۔

''جی ڈاکٹر دعا ایسا ہی ہے۔'' جواباً ڈاکٹر حیدر بھی نرمی سے بولا۔

''ٹھیک ہے ڈاکٹر حیدر پھر بات ہوگی۔'' اس نے بات کا اختتام کیا تب ہی ڈاکٹر حیدر نے فوراً کہا۔

''دعا، کیا میں آپ کو کبھی کبھی کال کر سکتا ہوں۔'' اس کی آواز میں ایک جو محسوس کرنے والی التجا تھی، اس نے دعا کو ایک عجیب سی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔

''ہم..... روزانہ ملتے تو ہیں ڈاکٹر حیدر۔'' وہ ذرا جھجک کر بولی۔

''میں منع نہیں کر رہی لیکن مجھے لگتا ہے کہ روابط، تعلقات کو بڑھاتے ہیں اور تعلقات توقعات کو۔'' اس نے طویل سانس لے کر کہا۔

''اور پھر توقعات پوری نہ ہوں تو بہت تکلیف ہوتی ہے میں نہیں چاہتی کہ آپ یا میں اس تکلیف سے گزریں لیکن.....'' وہ ذرا سی دیر کے لیے چپ ہوئی تھی۔

''آپ اس بات کو بھی اپنی ذات پر نہ لیجیے گا اس لیے میں آپ کو اجازت دے رہی ہوں کہ

آپ کبھی کبھار مجھ سے بات کر سکتے ہیں بس یہ بات ذہن میں رکھیے گا کہ میرے پاس آپ کو بتانے کے لیے کچھ ہے نہ ہی میں آپ سے کچھ سننے کا خواہاں ہوں کچھ بھی ایسا جو مجھے اور شاید آپ کو مشکل میں ڈال دے۔'' عجیب یاسیت بھرا لہجہ تھا دعا کا، ڈاکٹر حیدر ایک لمحے کو چپ رہ گیا تھا۔

''شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں دعا لیکن بہت دفعہ ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ ہم جو اپنے آپ کو ایک بند گلی میں کھڑے محسوس کر کے ہتھیار ڈال دیتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ ہماری منزل ہمارے بے حد قریب ایک رہنما کی منتظر ہوتی ہے، جو ایک ننھی سی روشنی کی کرن تک ہمارا ہاتھ پکڑ کر لے جاتی ہے اور اسی کے پیچھے پیچھے چلتے ہم پورے ایک روشن جہان میں پہنچ جاتے ہیں جہاں تک پہنچنے کا ہم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔'' ڈاکٹر حیدر کے لہجے میں ایک امید سی تھی۔

''شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' وہ طویل سانس لے کر بولی۔

''لیکن میرا.....'' وہ کہتے ہوئے ذرا سا رکی تھی۔

''بلکہ ہم سب بہنوں کے معاملے میں ایسا کچھ ممکن ہی نہیں ہے جیسا آپ کہہ رہے ہیں شاید میں اس بارے میں آپ سے بات بھی کر لیتی کھل کر اگر جو مجھے رتی برابر بھی یقین ہوتا کہ ہمارے گھر پر رائج اصول بدل سکتے ہیں، جب ایسا ممکن ہی نہیں ہے تو میں اس بارے میں بات کرنا بے سود سمجھتی ہوں..... اب میں فون رکھتی ہوں پھر بات ہوگی۔'' ڈاکٹر دعا نے اگلی بات سنے بغیر کال منقطع کر دی تھی۔

☆.....☆.....☆

''کیا ہوا صفا؟ آپ تو ناراض ہی ہو گئیں حالانکہ میرا ارادہ آپ کو دکھ دینے کا ہرگز نہ تھا، میں بس آپ کو آنے والے اس خطرے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا جس کی وجہ سے خدانخواستہ آپ کی والدہ کی طبیعت بگڑ سکتی تھی، میں چاہتا تھا کہ آپ وقت سے پہلے سد باب کر لیں تاکہ حالات کے ممکنہ بگاڑ سے بچا جا سکے۔'' وہ اس سے کسی ڈیٹا کی ڈیٹیل کے بارے میں پوچھنے آیا تھا جب صفا کے لیے دیے والے رویے کو دیکھ کر کہے بغیر رہ نہیں سکا تھا۔

''میں آپ سے ناراض نہیں ہوں عمر سر۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''آپ نے تو کچھ بھی ایسا نہیں کیا جس سے میں ناراض ہوں بلکہ آپ نے تو مجھے میرے گھر کے بارے میں ہی کچھ ایسا بتایا جسے میں نہیں جانتی تھی میں تو بس آنے والے وقت سے خوف زدہ ہوں۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''خوف زدہ.....'' عمر نے چونک کر پوچھا۔

''کم از کم آپ جیسی بہادر لڑکی سے میں اس بات کی توقع نہیں کر رہا تھا۔'' وہ صاف گوئی سے بولا۔ صفا پھیکا سا مسکرائی اور بولی۔

''بات یہاں بہادری کی تو ہے ہی نہیں عمر سر، ہماری ماں کی زندگی کی ہے اور اس حوالے سے ہم میں سے کوئی بھی ذرا برابر رسک لینے کو تیار نہیں ہے۔'' عمر نے غور سے اس کی بات سنی پھر رسان سے گویا ہوا۔

''میری بات غور سے سنیں صفا، آپ تقدیر کے لکھے پر تو ایمان رکھتی ہیں ناں؟ یقیناً رکھتی ہوں گی اور ہمارا ایمان ہے کہ ہر انسان کی موت کا ایک وقت مقرر ہے کسی بھی ناخوش گوار واقعہ یا حادثہ کے اثرات چاہے کتنے ہی ہولناک کیوں نہ ہوں، دل کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ پہنچائیں ان سے انسان کی موت واقع نہیں ہوتی اگر اس کا ابھی وقت نہیں آیا ایسے ہی جس کی قسمت میں جو لکھ دیا گیا ہے وہ اس کو ملے بغیر موت نہیں آئے گی پھر چاہے وہ اس کا رزق ہو، دکھ ہو، بیماری ہو یا نصیب آپ بار ہمت کر کے اپنی والدہ سے بات تو کریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جن انتہائی پر جا کر سوچ رہی ہیں ویسا کچھ بھی نہیں ہوگا، باقی وہ ناراض ہوں گی اور یقیناً غصہ بھی کریں گی تو حالات کو وقت کے دھارے پر بہنے کے لیے چھوڑ دیں، حالات پر بند باندھنے کی کوشش میں معاملات اور زیادہ خراب ہوں گے، وقت ایک بہترین استاد ہے جو اگر انسان کو کوئی سبق دیتا ہے تو اس کو سہنے کا حوصلہ بھی فراہم کرتا ہے، آپ ہمت تو کریں ورنہ وقت گزر جانے کے بعد صرف پچھتاوے رہ جاتے ہیں کیونکہ وقت نہ تو کسی کی مرضی کا محتاج ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کے لیے اپنے بہاؤ میں کمی یا بیشی لاتا ہے اس کو گزرنا ہی تفویض کیا گیا ہے تو یہ ازل سے ابد تک یہی کرتا رہے گا یہ تو ہم انسان اپنی سوچ اور اپنے حالات کے مطابق جب دیکھتے ہیں تو

ہمیں لگتا ہے کہ خوشی کا وقت جلدی گزر گیا اور ہم کی رات طویل ہوگئی جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔'' وہ ذرا سا رکا۔

''ہوسکتا ہے ہمارے لیے جو وقت دکھ کا ہو، وہی لمحات کسی کے لیے خوشی لے کر اترے ہوں تو وقت دونوں پر ایک ہی رفتار سے گزرتا ہے بس ہماری سوچ اس کو ویسا دیکھ رہی ہوتی ہے جیسا ہم سوچ رہے ہوتے ہیں، آپ سمجھ رہی ہیں ناں میں کیا کہہ رہا ہوں؟'' عمر نے ذرا سا جھک کر صفا کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

''جی عمر سر، میں جانتی ہوں یہ سب اور سمجھتی بھی ہوں مگر.....'' وہ ذرا سا رک کر قدرے بے بسی سے بولی۔

''مگر.....؟'' عمر نے پوچھا۔

''مگر ہمت..... ہمت کہاں سے لاؤں اپنی ماں کے چہرے پر دکھ دیکھنے کے لیے۔'' اس کی بے بسی سے کہی ہوئی بات پر عمر چپ رہ گیا تھا۔

☆.....☆.....☆

''شفا، مجھے ایک بات کرنی تھی آپ سے۔'' ریان جیسے ہی شفا سے ایک ڈیزائن کی کاپی لے کر مڑا تھا۔ کچھ یاد آنے پر ذرا سا رک کر بولا، دوبارہ سے کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہوتی شفا چونکی تھی۔

''جی..... جی سر فرمائیے۔'' حسبِ معمول انداز و زبان میں ایک مخصوص روکھا پن در آیا تھا۔

''تشریف رکھیے۔'' اسے کشمکش میں دیکھ کر شفا نے اسے بیٹھنے کی پیشکش کی۔ خود سے الجھتا ہوا وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

''فرمائیے۔'' اس کے انتہائی فارمل رویے نے ریان کو اندر تک جلا دیا تھا۔

''کچھ عرصہ پہلے میں نے آپ سے ایک بات پوچھی تھی؟'' وہ بغور اس کو دیکھ کر بولا اور شفا کا دل دھڑکا تھا، وہ اسی بات کی طرف ہی تو نہیں آنا چاہتی تھی جس کو بھولنے میں وہ آج بھی ناکام تھی اور شاید ریان کے ساتھ اس کے سخت لب و لہجہ کی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ اپنی طرف سے کسی بھی قسم کی نرمی دکھا کر اسے شہہ نہیں دے سکتی تھی ورنہ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ اس کی آنکھوں سے لے کر زبان تک سے

بیاں ہونے والے جذبے سے انجان رہتی۔

''تب تو آپ نے ایک اجنبی اور سرراہ ملنے والے شخص کی جرأت سمجھ کر بری طرح سے جھاڑ دیا تھا لیکن اب تو.....''

''سر، یہیں پر رک جائیں۔'' وہ جو ابھی کچھ کہنے اور پوچھنے کی کوشش کر رہا تھا شفا کا دوٹوک لہجہ سن کر ایک دم چپ ہوا۔

''میں آج بھی وہی شفا ہوں اور میرے خیالات ونظریات بھی وہی کل والے ہی ہیں۔'' شفا نے سنجیدگی سے کہا۔

''یہ ہوگئی پہلی بات.....دوسری اور آخری بات جو میرے لیے بہت اہم وہ یہ ہے کہ عائشہ کو میری والدہ بھی اپنی بیٹی سمجھتی ہیں اس لیے آپ ایسی کوئی بھی بات مت کریں جس سے آپ کی قدر میری نظر اور میرے دل میں کم ہو جائے کیونکہ عائشہ سے آپ کی شادی میں بہت کم دن رہ گئے ہیں اس لیے ان باتوں کو زبان تک لانا ہی نہیں چاہیے جن کا وقوع پذیر ہونا ناممکن ہو کیونکہ بعض باتیں زبان پر آ کر اپنی قدر کھو دیتی ہیں، ان کو دل ہی میں سینت کر رکھنا چاہیے۔'' بات کے آخر میں اگر شفا کے لہجے میں آنچ آئی تھی تو ریان کا چہرہ بھی پھیکا پڑ گیا تھا۔

''آپ بہت اچھے انسان ہیں یقیناً عائشہ بہت خوش قسمت ہے جو اسے آپ جیسا زندگی کا ساتھی ملے گا، مجھے یقین ہے کہ آپ اسے ہمیشہ خوش رکھیں گے۔'' آخری بات قدرے نرمی سے کہہ کر اس نے اپنی طرف سے بات ختم کی اور دوبارہ سے کمپیوٹر پر متوجہ ہوگئی تھی۔ گویا کہ وہ اب جا سکتا تھا۔ ریان نے ایک طویل سانس لی اور تھکے ہوئے قدموں سے چلتا ہوا اپنی میز تک آ گیا تھا۔

''کتنا مشکل ہوتا ہے ایک انسان کے لیے اس انسان سے دستبردار ہونا جس کو آپ اپنا سب کچھ مان چکے ہو اور ایسے شخص کو زندگی بھر کے ساتھی کے طور پر قبول کرنا جس کے لیے آپ نے کبھی ویسا سوچا تک نہ ہو۔'' وہ مایوسی سے سوچتے ہوئے عجیب سے خیالات کی زد میں تھا۔

''کاش کہ ہم انسانوں کے جذبات نہ ہوتے اور اگر جذبات ہوتے بھی تو ہم انہیں اپنے مطابق

بدلنے پر قادر ہوتے۔'' اگلی سوچ نے اسے اور زیادہ بے چین کر دیا تھا۔ اس کی ماں شادی کی تیاری شروع کر چکی تھیں، وہ انہیں مارکیٹ لے کے جایا کرتا تھا مگر دن تھا کہ دن بدن بجھ رہا تھا۔ وہ جو سمجھا تھا کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئی ہے تو دل سے بھی اوجھل ہو جائے گی تو یہ اس کی سب سے بڑی بھول تھی۔

☆.....☆.....☆

وہ ساری اس کے اردگرد بیٹھی تھیں جبکہ حیا ان کے درمیان آلتی پالتی مارے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

''کیا تم نے ایک بار بھی اماں کے بارے میں نہیں سوچا تھا حیا؟'' دعا کی آواز میں دکھ بول رہا تھا۔

''اللہ کی قسم چار راتوں سے میں سو نہیں پائی، ڈیوٹی کرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت ایک ہی خیال ذہن میں آ کر ادھم مچاتا ہے کہ اماں کو کیسے بتائیں گے اور اس کے بعد کیا ہوگا؟'' دعا کی آواز تھوڑی سی نم ہوئی۔

''تم اپنے قدم وہیں پر روک لیتیں تو آج ہم سب کو یہاں سر جوڑ نہ بیٹھنا پڑتا۔'' شفا نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

''اور میں.....؟'' صفا کچھ پل خاموش رہنے کے بعد بولی۔

''میں بڑی سے بڑی مشکلات کو کیسے ہینڈل کر لیتی ہوں، مجھے خود پتا نہیں چلتا مگر.....'' بات کرتے ہوئے وہ ذرا سا رکی۔

''اماں تک یہ بات کیسے پہنچائیں، وہ ایک فقرہ نہیں مل رہا تھا مجھے جو زبان پر لا کر اماں کو اس بات سے آگاہ کر سکوں۔'' صفا کے لہجے میں بے بسی ہی بے بسی تھی۔

''اللہ کی قسم آپی میں مومن سے متاثر تھی اور شاید'' حیا نے تڑپ کر سر اٹھایا اور بات کرتے ہوئے پھر رکی۔

''اس سے محبت بھی کرنے لگی تھی۔'' اب کے اس کی آواز ذرا دھیمی ہوئی۔

''لیکن..... میرا یقین کریں کہ میں نے مومن کی پیش قدمی کو ہر بار روکا، میں نے رشتہ لانے کا پوچھنے پر اماں کے نظریات اور خیالات کا بتا کر بھی صاف منع کر دیا تھا۔'' وہ روتے ہوئے تیز تیز بولی۔

''مومن اور میں شاید کسی معجزے کے انتظار میں تھے کیونکہ وہ میرے علاوہ کسی سے شادی پر تیار

نہیں تھے اور میں اماں کے راضی ہوئے بغیر شادی نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔'' وہ پہلی بار ساری بہنوں کی موجودگی میں بات کر رہی تھی۔

''ان ہی دنوں میری مومن کی بہن کے گھر ابا سے ملاقات ہوئی تو میرا یقین کریں کہ میں ابا کی محبت پا کر سب کچھ بھول گئی تھی یہاں تک کہ مومن کو بھی..... میں گزرے انیس سالوں کی محرومی کو پلک جھپکنے میں پوری کر لینا چاہتی تھی جو ابا کی غیر موجودگی نے میرے اندر پیدا کر دی تھی، میں نے مومن سے بات کرنا تک چھوڑ دی تھی، مجھے لگنے لگا تھا کہ شاید میری مومن سے متاثر ہونے کی وجہ ہی یہی تھی، وہ عورتوں کی بے حد ریسپکٹ کرتے تھے، اتنی نرمی، اتنی رحم دلی کہ ہر اسٹوڈنٹ کے مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھنا اور جب تک حل نہ کر لینا چین سے نہ بیٹھنا۔'' وہ جیسے اپنے دل کا حال کھول کر رکھ رہی تھی۔

''میں نے اماں کی، آپ سب کی زبانی ابا کے ظلم کی داستانیں سن رکھی تھیں، لاشعوری طور پر جیسے ہی کسی مرد میں وہ خصوصیات دیکھیں جو شاید ابا میں نہیں تھیں، میں فوراً ہی ان سے متاثر ہو گئی پھر ابا مل گئے۔ میں نے ان کی محبت، شفقت، پیار، نرمی سے سب کچھ پایا تو مجھے کسی سے کچھ گلہ ہی نہیں رہا، پھر ابا کی حالت بگڑنے پر میں پریشان ہو گئی تھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیسے موت کی طرف بڑھتے ہوئے ابا کو اپنے ان ہاتھوں سے روک لوں۔'' وہ عجیب دیوانوں کی طرح اپنے ہاتھوں کو دیکھتی کہہ رہی تھی۔

''میں ابا کی محبت کو اتنی جلدی کھونا نہیں چاہتی تھی آپی..... میں نے ایک عرصہ انتظار کرنے کے بعد اپنے باپ کی محبت کو محسوس کیا تھا، اس وقت میرے پیش نظر میرے ابا کی محبت تھی بس انہوں نے جیسا کہا میں نے مان لیا کیونکہ وہ انتہائی کریٹیکل حالت میں ہاسپٹلائزڈ ہونے کو تیار نہیں تھے جب تک میں ہاں نہ کہتی۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی، جیا نے تڑپ کر حیا کو گلے سے لگا لیا تھا۔

''اچھا بس..... رونا بند کرو، دیکھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔'' حیا نے بے حد نرمی سے کہا۔ صفا نے بھی طویل سانس لیتے ہوئے حیا کا کندھا تھپتھپایا۔

''ٹھیک ہے حیا ہم نے مان لیا کہ تم بالکل سچ کہہ رہی ہو لیکن کیا تمہیں سلیم احمد کے حوالے سے ہمیں نہیں بتانا چاہیے تھا؟'' دعا نے سنجیدگی سے کہا جب حیا رو رو کر چپ ہو چکی تھی۔

''میں نے ابا کو بہت مشکل سے پایا تھا آپی اور مجھے ڈر تھا کہ آپ مجھے روک دیں گی ان سے ملنے سے۔'' اس نے مجرمانہ انداز میں کہا۔ اس کے جواب پر دعا نے طویل سانس خارج کی تھی۔

☆.....☆.....☆

''وہ..... میم ایک بات پوچھوں؟'' جیا، تیمور کے ساتھ مارکیٹ جا رہی تھی کچھ سامان لینا تھا جب اسے بالکل خاموش دیکھ کر تیمور سے رہا نہ گیا تو وہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ جیا تو کبھی ایسے اداس رہی ہی نہ تھی وہ تو نہ خود چپ بیٹھتی تھی نہ دوسروں کو چپ بیٹھا دیکھ سکتی تھی، دوسرے اس کی زندگی میں جو مقام جیا کا تھا وہ کسی کا نہیں تھا، وہ اسے محسن بھی مانتا تھا اور مسیحا بھی، اپنی رہنما بھی سمجھتا اور اب تو شاید محبت بھی۔ محبت بھی وہ جس میں دور دور تک پانے کا تصور تک نہیں تھا، بس دل ہر لمحہ اس دعا اور خواہش میں رہتا تھا کہ اس کے لیے کچھ ایسا کرے کہ دنیا جہاں کی خوشیاں اس کے قدموں میں ڈھیر کر دے اور اب جیا کو ایسے چپ چاپ دیکھ کر تیمور کا دل بے چین ہو رہا تھا۔

''ہم..... پوچھو تیمور! تم سناؤ تمہاری کلاسز کیسی جا رہی ہیں؟'' جیا اپنے خیالوں سے باہر آتے ہوئے بولی۔

''میم، آپ پریشان لگ رہی ہیں..... سب خیریت تو ہے ناں؟'' اس نے دل کڑا کر پوچھ ہی لیا۔

''ہاں تیمور میں واقعی پریشان ہوں، بس کچھ پرسنل میٹرز ہیں جن کی وجہ سے کچھ الجھنیں ہیں، تم دعا کرنا کہ ہم ان الجھنوں سے جلد ہی بخیر نکل آئیں۔'' وہ طویل سانس لے کر بولی۔

''میرا تو رواں رواں آپ کے لیے ہر پل دعا گو رہتا ہے۔'' وہ دل ہی دل میں بولا۔

''میم، میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتائیے گا، مجھے آپ کے کسی بھی کام آ کر بہت خوشی ہوگی۔'' وہ پورے خلوص سے بولا۔

''نہیں..... تیمور بہت شکریہ، تم نے اتنا سوچا یہ بھی بہت ہے میرے لیے کیونکہ آج کل دنیا میں جو چیز ناپید ہوتی جا رہی ہے وہ احساس اور خلوص جیسے جذبات ہی ہیں۔ تم بس دعا کرنا مجھے یقین ہے کہ ہم ان مشکلات سے ان شاء اللہ جلد نکل آئیں گے۔'' اب کے وہ ذرا سا مسکرائی اور تیمور نے اس

مسکراہٹ کے دائمی ہونے کی دعا کی اور جیا کے کہنے پر گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی تھی۔

☆.....☆.....☆

''میری بات غور سے سن ارشد۔'' تائی نے بہت کچھ نوٹ کیا تھا ان گزرتے دنوں میں اور ارشد کا زریں سے بدلتا رویہ ان کے تن بدن میں آگ لگا رہا تھا سو زریں کے پارلر اور تیمور کے کام پر جاتے ہی وہ سیدھا ارشد کے پاس آئی تھیں۔

''یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں کچھ دنوں سے۔'' ان کا لہجہ تیکھا اور کرخت تھا۔

''کیا..... کیا دیکھ رہی ہیں اماں؟ میں سمجھا نہیں۔'' ارشد سمجھ تو گیا تھا مگر تجاہل عارفانہ سے بولا۔

''یہ تو جو نرمی برت رہا ہے زریں سے، بڑا پیار جتایا جا رہا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے نظر نہیں آ رہا، سب دیکھ اور سمجھ رہی ہوں پھر لڑکی ہاتھ سے نکل گئی تو روتے ہوئے میرے پاس مت آنا، کہہ دے رہی ہوں میں۔'' وہ تیز لہجے میں دوٹوک بولیں۔

''ارے عورت تو ہوتی پٹھی (الٹی) مت کی ہے اس کو کس کے نہ رکھو تو خوب پر پرزے نکال لیتی ہے تو، تو عام بندہ بھی نہیں ہے کہ دو چار ہاتھ پاؤں مار کر اسے سیدھا کیے رکھے اچھا خاصا تیز لہجے اور غصے والے رویے سے لڑکی کو قابو میں رکھا ہوا تھا اب کیا ہو گیا؟'' وہ خوب لتے لے رہی تھیں ارشد کے۔

''اپنے ابے کو نہیں دیکھا تو نے، کیسے مجھ پر رعب جمائے رکھا عمر بھر، رعب اور غصہ تو مرد کی شان ہوتی ہے پگلے۔''

''اب آپ اگر چپ ہو جائیں تو میں بھی کچھ کہوں؟'' ارشد نے ان کو ٹوک کر کہا۔

''ہاں بول میں بھی سنوں کہ کون سی ادائیں دکھا کر تجھے اس میسنی نے اپنے بس میں کر لیا۔''

اس نے کوئی ادائیں نہیں دکھائیں اماں، میں نے خود ہی پینترا بدلا ہے کیونکہ پیار اور نرمی میں وہ طاقت ہے جو بڑے سے بڑے خطرناک جانور کو بھی سدھار سکتی ہے تو پھر یہ تو ایک نازک سی لڑکی ہے، میں نے زریں اور اس کے بھائی کے بدلتے تیور دیکھ لیے تھے اور اس سے پہلے یہ مجھ سے جان چھڑا کر کہیں اور اپنا اپنا بندوبست کرتے، میں نے اپنا طریقہ کار بدل کر لڑکی کو اپنا بنا لیا تو کیا برا کیا..... بس یوں

سمجھوں کہ محبت اور نرمی کا یہ کھیل صرف شادی تک ہوگا اس کے بعد جیسا آپ چاہیں گی ویسا ہی ہوگا۔"
ارشد نے ساری بات واضح کر کے ماں کے سامنے رکھ دی جسے سن کر تائی کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔
"یہ ہوئی ناں شیروں والی بات۔" وہ باقاعدہ اس کا کندھا تھپک کر بولیں۔
"مجھ بے وقوف کو دیکھو، پتا نہیں پہلے یہ بات کیوں نہ عقل میں آئی کہ ارشد ایسا بھی کچھ سوچ سکتا ہے۔" وہ اب تحسین آمیز لہجے میں بولیں۔ ارشد نے فخریہ انداز میں سر ہلا دیا تھا۔

☆.....☆.....☆

"عائشہ پلیز مجھے تو معاف ہی رکھو اس خالصتاً زنانہ خریداری میں شرکت کے لیے۔" ریان اچھی خاصی بے زاری سے بولا۔
"دیکھیں ناں پھوپو..... پہلے ہی کتنے دن میں نے اسی انتظار میں گزار دیے کہ صاحب کچھ پراجیکٹس میں مصروف ہیں تو میں ان کے کام میں انٹرپٹ نہ کروں اور اب جب یہ بالکل فری ہے آفس سے تو اب بھی زبردستی کا کام نکال کر بیٹھا ہوا ہے حالانکہ میں نے شفا سے کہہ دا تھا کہ باقی کا چھوٹا موٹا کام وہ خود دیکھ لے، میں نے ان دنوں میں ریان کے ساتھ شادی کی شاپنگ کمپلیٹ کرنی ہے اور اس نے یاد دہانی بھی کرا دی ہے تو اب کیا مسئلہ ہے؟ آپ ہی پوچھیں میری تو نہیں سن رہا یہ لڑکا۔" عائشہ روہانسی ہو کر صوفے پر بیٹھ گئی، چائے لاتی عشرت نے چائے کے کپ میز پر رکھ دیے تھے۔
"بات تو ٹھیک ہے ریان..... عائشہ کی، اب کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ کون سا تم اکیلے جا رہے ہو جو تمہیں تجربہ نہیں ہے لیڈیز شاپنگ کا، عائشہ تمہارے ساتھ ہوگی، تم نے صرف رائے دینی ہے اور بس..... ویسے بھی لڑکی خوش ہو کر وہ چیز پہنتی اوڑھتی ہے جس میں اس کے جیون ساتھی کی رائے شامل ہو، بیٹا یہی چھوٹی چھوٹی چیزیں میاں بیوی میں محبت پیدا کرتی ہیں۔" عشرت کا لہجہ آخر میں ریان کو سمجھاتے سمجھاتے نرم ہو گیا تھا۔
"ہونہہ..... دل ملیں نہ ملیں اس بات کو نہیں دیکھتے لوگ اور چیزوں میں پسند دیکھ کر زبردستی کی محبت پیدا کرنے کی بھونڈی کوشش۔" وہ دل ہی دل میں بولا، چہرے پر اب بھی بے زاری کے آثار تھے۔

''تیار ہو جاؤ، چل رہے ہیں لیکن مائنڈ اٹ کہ جس پہلی شاپ پر جائیں گے وہیں سے جو لینا ہو لے لینا، مجھے ایک ایک چیز کے لیے پورا دن مارکیٹ میں خوار ہونا.....'' وہ بے زاری سے سامنے منہ پھلائے بیٹھی عائشہ سے گویا ہوا تھا جو اتنا سن کر ہی خوشی سے کھل گئی تھی کہ اس نے ساتھ چلنے کی ہامی بھری، عشرت نے بھی شکر گزاری کی ایک طویل سانس لی کہ بیٹے کا پل میں تولہ، پل میں ماشہ ہوتا رویہ ان کی سمجھ سے باہر تھا۔

☆.....☆.....☆

''ابا! آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' صفا نے افسردگی سے کہا تو سلیم احمد تڑپ اٹھے۔

''تم بھی ایسا سمجھ رہی ہو صفا کہ میں نے نسرین سے انتقام لینے کے لیے ایسا کیا یا اس کو تکلیف پہنچانا مقصود تھا؟'' ان کے لہجے کی بے یقینی اور کرب کو محسوس کر کے صفا چپ رہ گئی۔

''میں کیا دنیا کا کوئی بھی باپ اپنے بچوں کا برا نہیں چاہ سکتا بیٹا۔'' وہ آنچ دیتے لہجے میں بولے۔

''تمہاری ماں کی اور میری حالت میرے پیش نظر تھیں، مومن بہت پہلے اپنے ماں باپ کو بتا چکا تھا کہ وہ شاد کرے گا تو صرف حیا سے ورنہ کہیں نہیں کرے گا، ہاجرہ آپا اور جمیل بھائی نے بہت پریشان ہو کر مجھ سے حیا کا ہاتھ مانگا تھا کہ ساری صورت حال سے وہ بھی واقف تھے، حیا نے بھی پوچھنے پر کہا کہ اگر اماں راضی ہوئیں تو اسے کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور بچے اتنا قابل بچہ، میرے اپنے سامنے پلا بڑھا، اتنی چاہت سے رشتہ لینے والے اس کے ماں باپ، ایک ماں باپ اپنی بچی کے لیے یہ سب کچھ تو دیکھتے ہیں اور ان کو کیا چاہیے ہوتا ہے اللہ کی قسم میرے پیش نظر صرف اور صرف اپنی بچی کا مستقبل محفوظ کرنا تھا بس اگر تمہیں میری نیت میں کوئی کھوٹ لگ رہا ہے یا تمہیں اس بات سے دکھ پہنچا ہے تو یہ دیکھو میرے جوڑے ہاتھ، مجھے معاف کر دو۔'' ان کے جوڑے ہاتھ دیکھ کر صفا تڑپ اٹھی اور آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھام لیے تھے۔

''ایسے مت کریں ابا۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''بس میں اس اچانک پتا چلنے والی بات سے سنبھل نہیں پا رہی ہوں بلکہ ہم سب ہی اس عجیب

سی کیفیت کا شکار ہیں کہ صورت حال کو ہینڈل کریں بھی تو کیسے، اس نکاح کو کس تناظر میں لیں؟ حیا کا مومن کی طرف جھکاؤ یا ایک باپ کی اپنی بیٹی کے مستقبل کو محفوظ کرنے کی کوشش یا.....'' وہ طویل سانس لیتے ہوئے ذرا سا رکی۔

''یا ماضی کے سلیم احمد کا حال کی شگفتہ نسرین پر ایک اور وار۔'' صفا کی آخری بات نے سلیم احمد کو ساکت کر دیا تھا۔

''تت.....تم ایسا سمجھ رہی ہو مجھے؟'' سلیم احمد کے لہجے میں دکھ اور رنج کی کیفیت ظاہر ہوئی۔

''میں نہیں.....لیکن شاید دعا اور شفا کے انداز اور لہجے سے میں نے یہی اخذ کیا کہ وہ یا سے سمجھ رہی تھیں۔''

''اور.....تم صفا؟'' لفظ ان کی زبان سے ٹوٹ ٹوٹ کر نکل رہے تھے۔

''جھوٹ نہیں بولوں گی ابا۔'' طویل سانس لینے کے بعد صفا نے کہا۔

''آپ کی باتیں سنتی ہوں تو آپ کی نیت پر رتی برابر شک کرنا بھی گناہ سمجھتی ہوں۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

''لیکن جب دعا نے کہا تو ایک پل کو مجھے ودیعہ یاد آ گئی تھی ابا۔'' صفا کی بات نے سلیم احمد کی سانسیں تک روک دی تھیں۔

''ودیعہ کی دفعہ بھی تو آپ سلیم احمد ہی تھے اور ایک باپ بھی.....بس اسی سوچ پر آ کر دماغ کی شریان پھٹنے لگتی ہیں۔'' صفا کے دکھ بھرے لہجے پر سلیم احمد زرد چہرے کے ساتھ پلک جھپکائے اسے دیکھ رہے تھے۔

❁ ❁

ناول **دل کانچ کا گھر** کی اگلی اقساط آپ ہر ماہ کی **5** تاریخ کو پڑھ سکیں گے۔